ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ — ایک صاحب طرز انشا پرداز

محمد علاء الدین، استاذ، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

جاحظ کی خلقت، ہیئت اور حالات زندگی

جاحظ کا پورا نام ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب ہے ۱۵۰ھ میں بصرہ میں عدم سے عالم فانی میں چشم کشا ہوا، اور وہیں نشو و نما پائی۔ ان دنوں بصرہ گہوارۂ علم اور گلزار ادب بنا ہوا تھا۔ اس عالمانہ فضا میں جاحظ نے اصمعی اور ابو عبیدہ جیسے علامۂ وقت کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا جو آسمان لغت و روایت اور تنقید و تبصرہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ابو اسحاق معتزلی سے علم کلام حاصل کیا۔ ان کے علاوہ عرب کے بہت سے انشا پردازوں اور مترجموں سے استفادۂ علمی کیا۔ مطالعۂ کتب کا شوق اس کو جنون کی حد تک تھا۔ اپنی اس علمی تشنگی کو بجھانے کے لئے وہ محرروں اور کاغذ فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لے لیتا اور غرق مطالعہ رہتا۔ جو کتاب اس کے ہاتھ لگ جاتی اس کا رس چوس لیتا۔ اسی وجہ سے وہ مختلف علوم و فنون کا راز داں اور انشاء میں طرز جدید کا موجد اور قابل تقلید بن گیا۔

جاحظ کی صورت ایسی تھی کہ شریر بچوں کو خاموش کرنے کے لئے اس کی تصویر پیش کی جا سکتی ہے۔ بدشکل چہرہ، بے ڈول جسم اور ابھری ہوئی بدنما آنکھیں اس کی

صورت و ہیئت کا نمونہ ہیں۔ بد وضع ابھری ہوئی آنکھوں نے ہی اس کو ابو عثمان عمرو سے جاحظ (ابھری ہوئی آنکھوں والا) بنا دیا تھا۔ اور یہ جاحظیت اس کی شخصیت پر اس طرح چھا گئی کہ خواص کو بھی اس کے اسم اصلی کی واقفیت کے لئے بڑی دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے ۔۔۔ عبدالرحمٰن طاہر سورتی نے استاذ احمد حسن زیات کی کتاب تاریخ ادب عرب کے ترجمہ میں صفحہ ۳۶۱ پر ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس سے جاحظ کی ہیئت کذائی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اور اس کی بدشکلی کے مکروہ خدوخال واضح ہو جاتے ہیں۔

"کہتے ہیں خلیفہ متوکل نے جب اس کے علم و فہم کی تعریفیں سنیں تو اسے اپنے لڑکے کا اتالیق بنانے کے لئے سرمن رای (بغداد کے قریب ایک شہر ہے) میں اپنے پاس بلوایا۔ مگر جب اس کی مکروہ شکل دیکھی تو اسے دس ہزار درہم دے کر واپس کر دیا۔"

جاحظ کی زندگی کا اکثر حصہ فارغ البالی اور عیش و عشرت میں گذرا۔ چونکہ وہ اپنے فاضلانہ مضامین اور رسائل و خطوط کی وجہ سے مقبول خواص تھا۔ مگر مامون، معتصم واثق اور متوکل کے عہد میں معاشی مجبوری اسے بار بار بغداد لے گئی۔ زندگی کے آخری حصہ میں وہ فالج کا شکار ہو گیا۔ جو دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ ۲۵۵ھ میں وہ اسی مرض کی وجہ سے اپنی حیات کے سویں سال میں داعئ اجل کو لبیک کہنے پر مجبور ہو گیا۔

جاحظ کا مسلک ابو اسحاق نظام معتزلی سے تدرس کی وجہ سے وہ اعتزال کے سانچے میں ڈھل گیا تھا۔ وہ مسلک معتزلہ کی حمایت میں تقاریر کرتا اور مضامین لکھتا۔ اور رفتہ رفتہ وہ اس معاملہ میں شدت پسند بنتا چلا گیا۔ وہ مسلکاً اور اعتقاداً صرف عصمت انبیاء کا قائل تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہؓ و تابعین وغیرہم کو عام انسانوں کی طرح سمجھتا تھا اور ان

کے تعقل و کمال کے ساتھ ان میں نقائص و شہوات و نفسانیت کا وجود بھی اس کے مسلک میں شامل تھا۔

جاحظ کا ادبی نظریہ

کتاب علم الادب، مقالات لمشاہیر العرب علی الجزء الاولی من علم الادب، جمع الاب لویس شیخو الیسوعی، بیروت ۱۸۸۶ کے صفحہ ۲۱۵ پر "البحث الرابع فی خواص الکلام الحسن عن ابن المعتز والرمانی" کے عنوان کے تحت منقول جاحظ کا درج ذیل قول اس کے ادبی نظریہ کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔

"قال الجاحظ ان المعنی اذا کان شریفاً وکان اللفظ بلیغاً وکان صحیح الطبع بعیداً من الاستکراہ منزھاً عن الاختلال مصوناً عن التکلف صنع فی القلب صنیع الغیث فی التربة الکریمة ومتی فصلت الکلمة عن هذہ الشریطة ونفذت من قائلها علی هذہ الصفة کساها الله من التوفیق ومنحها من التایید ما لا یمتنع من تعظیمها به صدور الجبابرة ولا یذهل عن فهمها معه عقول الجهلة۔"

جاحظ کے مندرجہ بالا قول سے اس نظریہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ وہ ناقص ادب کو کوڑا دان کی خوراک سمجھتا تھا۔ اور وہ صرف ادب برائے ادب کا قائل نہیں تھا بلکہ ادب برائے زندگی کا حامی تھا۔ چونکہ ادب برائے ادب اپنے تمام اوصاف کے ساتھ صرف ذہنی اور دماغی فرحت و بشاشت اور سکون و اطمینان کا باعث بن سکتا ہے، دل کو متاثر نہیں کر سکتا۔ یہ خصوصیت صرف ادب برائے زندگی میں پائی جاتی ہے جاحظ ادیب کو ادیب بننے کے لئے نہ صرف قارئین کے قلوب میں اترنے کا قائل ہے بلکہ اپنے ادبی اثرات سے وہ ادیب کو ایسی شمع افروزی کی دعوت دیتا ہے جو قارئین میں انقلاب صالح برپا کر دے۔ صنع فی القلب

مجلۃ البحث فی العربیۃ الکریمۃ

اس کے حاسدین

جاحظ اپنی ادبی بلاغت و فصاحت، زور قلم، سلاست و روانی اور مضامین مختلف النوع کے اختراع کے باعث معززین و سلاطین وقت کی نگاہوں میں محبوب و مقبول بن گیا تھا۔ اس کی یہ قدر و منزلت اور عزت و عظمت معاصرین کی نظروں میں کھٹکنے لگی۔ اور وہ جاحظ کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے طرح طرح کے مکر و فریب کرنے لگے۔ جاحظ کو اس کا احساس تھا۔ چنانچہ "المحاسن والاضداد" کے صفحۂ اولیٰ پر اپنے حاسدین کے حرکات قبیحہ اور حسد و ڈاہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"إني ربما ألفت الكتاب المحكم المتقن في الدين والفقه والرسائل والسيرة والخطب والخراج والأحكام وسائر فنون الحكمة وأنسبه إلى نفسي فيتواطأ على الطعن فيه جماعة من أهل العلم بالحسد المركب فيهم وهم يعرفون براعته وفصاحته"

اس نے آگے چل کر بڑے مزے کی بات یہ کہی ہے کہ امراء وقت کی نظروں میں میری کتابوں کے سقوط کی صرف کوشش ہی نہیں کی جاتی ہے بلکہ حاسدین میری تالیف و تصنیف کو میرے متقدمین جیسے ابن مقفع اور خلیل وغیرہ کے نام موسوم کر کے میری مساعی کو رائیگاں اور مجھے ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔

"البیان والتبیین" کے محقق و شارح حسن سندوبی نے اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر اس قسم کی باتیں تحریر کی ہیں جس سے معاصرین کے بغض و عداوت کا پتہ چلتا ہے۔

"وقد يلمزه بعضهم بأنه كان كثير الاستطرادات كبير

التہافت علی الاستشہادات، یحشد بہا کتبہ ویفخم بہا اسفارہ ولولا ھذا التکلف اقل ما یعاب علیہ۔

لیکن انہوں نے لامرین کے الزامات کو بیجا اور لغو قرار دیا ہے اور اسے ان کی کج فہمی پر محمول کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"ولیس الحال کذالک، ولا الامر علی ما ذھب الیہ ذالک الامز ولکن ھذا الحال ان دل علی شیء فانما یدل علی سعۃ اطلاع الجاحظ وعلی تبحرہ فی معارفہ وعلی حفول صدرہ بشتی المسائل والمعلومات"

مگر استاذ احمد حسن زیات نے جاحظ کے کلام کے متعلق بدیع کا قول "جاحظ کے کلام میں اشارہ کا بُعد، عبارت کا قرب اور استعارہ کی قلت ہے" نقل کیا ہے اور فرمایا ہے "یہ فیصلہ اگرچہ سخت ہے، تاہم بہت جگہوں پر درست ثابت ہوتا ہے" (تاریخ ادب عربی از استاذ احمد حسن زیات ترجمہ عبدالرحمن طاہر سورتی صفحہ ۳۶۲)

جاحظ کا علمی وادبی مرتبہ

جاحظ کا مرتبہ علمی وادبی اعتبار سے اتنا بلند ہے، جہاں تک تخیل کی رسائی ناممکن ہے۔ الفاظ اپنی وسعت کھو دیتے ہیں۔ ادباء کا زور قلم ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اس موڑ پر آکر سب لوگ اپنا قلم شکستہ، اپنے الفاظ تنگ، اپنا تصور و تخیل نارسا اور ذہن مفلوج پاتے ہیں چنانچہ استاذ احمد حسن زیات نے عہد عباسی کے مختلف انشاپردازوں کے علمی و ادبی مرتبہ اور قابلیت کا تذکرہ اپنے مختلف الفاظ میں کیا ہے۔ مگر جاحظ کے علمی وادبی مرتبہ کے تعین میں ان کا قلم تھرا گیا ہے۔ دماغ مفلوج اور ہاتھ شل ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور انہیں بے بس ہو کر کہنا پڑا ہے۔

"اس مختصر بیان اور کوتاہ قلم میں یہ قوت نہیں کہ وہ نابغہ عرب اور مشرق

کے جاحظ کے ادبی ماثرات کو قارئین کے سامنے بیان کر سکے۔ ہمارے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "وفور علم، قوت استدلال، بحث کے تمام پہلوؤں پر احاطہ، مقابلہ میں شدت اور کلام کے دل نشین اور بلیغ ہونے کے باعث وہ اپنے تمام ساتھیوں سے سبقت لے گیا تھا۔ وہ تمام علوم میں زبردست محقق عالم کی طرح سنجیدہ مضامین لکھتا رہا اور یہی سب سے پہلا عربی عالم ہے، جس نے سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کی باہم آمیزش اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔ بہت سی تصانیف چھوڑیں اور حیوانات و نباتات، اخلاقیات و اجتماعیات کے موضوع پر بہت کچھ لکھا۔" (تاریخ ادب عربی از احمد حسن زیات ترجمہ عبدالرحمن سورتی صفحہ ۳۶۱،۴۲)

ابن العمید جس کے متعلق لوگوں میں یہ مقولہ مشہور ہو گیا تھا کہ "انشا پردازی عبدالحمید سے شروع ہوئی اور ابن العمید پر ختم ہو گئی۔" اس نے جاحظ کے علوم تربیت کو اپنے طرز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"کتب الجاحظ تعلم العقل اولاً والادب ثانیاً"

حسن سندوبی نے کہا ہے۔

"وھل وقفت عبقریۃ الجاحظ عند حد اتقان المعارف العامۃ والثقافات الشائعۃ علی تنوعھا حتی عھدہ؟ کلا فما کانت ھمتہ تعرف شیئاً من الحد ودنحلا لعرفان؟ من اجل ھذا عرض لکثیر من المسائل التی لم یفکر فیھا احد غیرہ وفتح للناس ابواباً کثیرۃ فی امور شتی لم یکن من تقدمہ من العلماء والکتاب واھل الادب یحسبونھا مما یدخل فی صنوف الادب۔" (البیان والتبیین صفحہ ۲۰۸)

اس کے آگے حسن سندوبی نے اس کی علویت پر طویل عبارت آرائی کی ہے ــــ سندوبی کی ایک عبارت سے جاحظ کی عبقریت اور وسعت نظری کی

وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ وہ اپنی جس فکر یا رائے کو ناقص سمجھتا تھا، اس کی تردید میں جھجک یا کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتا تھا۔

"وهو اول من وضع كتابا فى فكرة من الفكر او فى مذهب من الآراء ثم نقضه بكتاب آخر، توسعاً منه فى البلاغة وتفننا فى البراعة او رجوعاً الى مظنة الحقيقة التى قد يكون استبهم عليه سبيلها فى اول الامر وايثاراً للصواب ولم يكن هذا النوع من المؤلفات التى يراجع نفسه فيها۔ يعد وصف الاسهاء والخل والاهواء"

(البيان والتبيين صفحہ ۹)

جاحظ کی تالیف "المحاسن والاضداد" (مطبعۃ المعاہد بجوار قسم الجمالیۃ بالقاہرہ ۱۳۲۴ھ) کے TITLE PAGE پر اسے "امام اہل الادب" لکھا گیا ہے۔
حسن سندوبی نے "البیان والتبیین" میں "الجاحظ تحلیل ادبہ وعلمہ ونفسیتہ" کے تحت جاحظ پر جو فاضلانہ اور تفصیلی مضمون لکھا ہے اس سے جاحظ کی حیات کے ہر گوشہ پر روشنی پڑتی ہے۔ مگر آخر میں چل کر انہوں نے بھی جاحظ کی رفعت مقام کی تعیین میں اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"هذا ما ارتأينا من خصائص الجاحظ وهى بلاشك شذر من مزاياه۔ امام الالمام بما له من صفات او استيعاب ما له من مناقب وسمات، فامر فوق متناول الايدى والاقلام"

(البیان والتبیین صفحہ ۱۵)

جاحظ کی اخلاقی پستی

ENVIORONMENT & HERIDITY (PSYCHOLOGISTS

میں سے کون رجال سازی میں زیادہ موثر ہے، اس باب میں عہد قدیم سے اب

[illegible] ہیں گو یہ (WOOD WORTH) نے ماہرین نفسیات کے درمیان [illegible] PSYCHOLOGISTS جادۂ اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ان سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے انسان کے جسمانی روحانی ارتقاء و انحطاط کا انحصار ماحول اور عقائد دونوں پر ہے ـــــ مگر جاحظ علمی اور اخلاقی اعتبار سے ماحول کا پروردہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر بصرہ کی عالمانہ فضا نے اسے بے نظیر انشا پرداز بنا دیا تھا تو وہ بغداد کے عیش پرستانہ ماحول کی وجہ سے اخلاقی اعتبار سے نہایت پست بھی بن چکا تھا۔

حسن سندوبی نے جاحظ کی کتاب "البیان والتبیین" حققہ وشرحہ حسن السندوبی" میں اپنے مقالہ "الجاحظ تحلیل ادبہ وعلمہ ونفسیتہ" کے تحت جہاں معترضین کے الزامات کی تردید میں جاحظ کے تبحر معرفت وسعت معلومات اور حصول صدر کا سہارا لیا ہے اور اسے راس مذہب فی العقائد کے ساتھ ساتھ راس مذہب فی الادب بھی قرار دیا ہے وہیں انہوں نے اس میں اس کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :

"أما خصائصه النفسية ووجهات نظرة فى الحياة فقد كان على ما ظهر منه ميالا بطبعه الى التحليل من القيود التى تقف بأمثاله ونظرائه من معاصريه عند مقتضيات التقاليد وموجبات العادات فهو لم يشأ اتخاذ زوجة تشاركه بأساء الحياة وضراءها بل انصرف الى اتخاذ الجوارى والقيان يتسرى منهن بما تطيب بها نفسه ويصبو اليها حسه يمسكها ما استقام أمرها معه" (البیان والتبیین ص [illegible])

حسن سندوبی کے آئینہ میں جاحظ حتی الوسع لذات حیات فانیہ سے لطف و تمتع ہونے میں کوشاں نظر آتا ہے۔

"وکان الجاحظ یری الاستمتاع بملاذ الحیاۃ والحا بیمان الجحفی ان ینال منہا ما یمکن ان تصبو الیہ اوسع النفوس البشریۃ املاً ہ غایتہ۔"
(البیان والتبیین صفحہ ۱۴۲)

مگر تاریخ ادب عربی از استاذ احمد حسن زیات ترجمہ عبدالرحمن طاہر سورتی، مؤسس انجمن ترقی عربی، پاکستان، ناشر غلام علی اینڈ سنز لاہور سنہ ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۲۴۱ میں جاحظ کے اخلاق کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"جاحظ طنز و مزاح کا خوگر نیز مروجہ رسومات و آداب کی ہنسی اڑانے کا عادی تھا تاہم وہ نہایت سلیم الطبع، زندہ دل، شگفتہ مزاج، ظریف اور اپنے دوستوں کا سچا ہمدرد تھا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ استاذ احمد حسن زیات جاحظ کی ادبی تابناکی میں اس کی اخلاقی تاریکی کو نہیں دیکھ سکے یا انھوں نے چشم پوشی کر کے طلبۂ ادب عربی سے جاحظ کے اس تاریک پہلو کو صیغۂ راز میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ حسن سندوبی جو اپنے مقالے میں جاحظ کے بڑے معتقد اور پکے وکیل نظر آتے ہیں اور انھوں نے مختلف مقامات پر اپنے دلائل کے ذریعہ جاحظ کے دامن کو داغ دار ہونے سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اپنے قلم کو درج بالا حقیقت کے انکشاف سے نہیں روک سکے۔ گرچہ انھوں نے اس کی اخلاقی پستی کا سہرا ماحول کے سر باندھا ہے۔

"والحق ان عصر الجاحظ کان عصر الاستمتاع بکل ما تتعلق بہ النفس الانسانیۃ من امانی والامال، ومن خیر وشر، ومن نقص وفضل ومن علم وجہل ومن استقامۃ واستہتار ومن نسک وفتک ومن تقیۃ واسترسال ومن ایمان والحاد ومن خطل وسداد، فکانت

فيبدو في ذلك الدهر اشبه بلندن وباريس في عصرنا هذا وحيث
وهما مجتمعة في هذا العصر فيها نزعات العقول وهواج الابداع
وهو العيون، وشهوات النفوس. وخفقات القلوب غير ان الجاحظ كان
يتناول شهوات نفسه خفقات عقله ولذائذ قلبه في تعقل وتلطف في
الذوق۔

جاحظ کے صرف ذہنی استمتاع کا سبب اس کی ہوا پرستی نہیں بلکہ تولیدی صلاحیت کا فقدان تھا جیسا کہ حسن سندوبی نے کہا ہے:

"وقد كان عقيما فلم يعرف انه ولد له ولد"

جاحظ کی سوانح عمری میں دقت بینی و دیدہ ریزی کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک وہ فارغ البال اور بغداد سے دور رہا۔ اس کے اندر اخلاقی دنیت بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ مگر معاشی مجبوری کی وجہ سے بار بار بغداد جانے کی وجہ سے ایک تو وہ بغداد کی آب و ہوا سے متاثر ہوا نیز اپنے آلام و مصائب اور معاشی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ لذات فانی میں غرق ہوتا چلا گیا۔ اور مضطرب شہوات میں اطمینان و سکون کی جستجو میں وہ اخلاقی اعتبار سے پستی کا شکار ہو گیا۔

جاحظ بحیثیت موجد

انشا پردازی مظہر عقل و آئینہ فکر ہے۔ اس کے جام جم میں احوال و کوائف وقت کا عکس جھلکتا ہے۔ یہ سیاست و حضارت سے متاثر ہوتی ہے۔ اور زمانہ کے حالات کے مطابق اس کا طرز بدلتا رہتا ہے۔ انشا پردازی کی اس نیرنگی میں بعض ایسی شخصیتیں بھی ابھرتی ہیں۔ جن کے رنگ میں خود کو رنگنا ادبا اپنے لئے باعث فخر و کمال سمجھتے تھے جن کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ متقدمین سے الگ اپنا طرز بیان ہوتا ہے۔ اور جاحظ کی

راہیں ایسی شمع افروزی کر جاتے ہیں جس کی روشنی میں متاخرین کی ضیاء قلم صفحۂ قرطاس پر کواکب و انجم کی شکل میں منتشر نظر آتی ہے۔

عربی آسمان صحافت و ادبیت پر جاحظ خورشید کی طرح طلوع ہوا اور اب تک غروب نہیں ہو سکا ہے۔ اسی کی درخشانیت کے سہارے اب تک کے عربی انشا پرداز راہ ادبیت میں رواں دواں ہیں۔

عربی انشا پردازی میں جاحظ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے متقدمین انشا پردازوں سے الگ طرز جدید کی بنا ڈالی۔ اور اس میں ایسی راہ ہموار کی جس پر چلنا متاخرین نے باعث سعادت سمجھا۔ اور جاحظ سے لے کر اب تک انشا پردازی میں کوئی ایسی کتاب عالم وجود میں نہیں آئی جو جاحظ کی مرہون منت نہ ہو۔ جاحظ کے بعد کی انشا پردازی کا مطالعہ کنندہ قاضی فاضل کے اس قول کی صداقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

"ما مننا معاشر الکتاب الا من دخل من کتب الجاحظ الحانۃ، وشن علیھا الغارۃ، وخرج وعلی کتفہ منھا کارۃ"

عبد الرحمن بن خلدون نے "مقدمہ ابن خلدون" (المطبعۃ الازہریۃ بجوار الازہر بمصر ۱۹۳۰ء) کے صفحہ ۴۸۹ پر "علم الادب" کے عنوان کے ضمن میں تحریر کیا ہے:

"وسمعنا من شیوخنا فی مجالس التعلیم ان اصول ھذا الفن واركانہ اربعۃ دواوین وھی ادب الکاتب لابن قتیبۃ وکتاب الکامل للمبرد و کتاب البیان والتبیین للجاحظ، وکتاب النوادر لابی علی القالی البغدادی وماسوی ھذہ الاربعۃ فتبع لھا وفروع عنھا"

احمد حسن زیات نے عہد عباسی کے انشا پردازوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے

اور دوسرے طبقے کا رئیس جاحظ کو قرار دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

دوسرے طبقے کا رئیس جاحظ ہے عبارت کے آسان اور پُر شوکت ہونے میں اس کا اسلوب پہلے طبقے سے زیادہ مشابہ ہے۔ لیکن اس طبقے کے اسلوب کی خصوصیات میں ایک جملہ کو بہت سے مقفیٰ یا غیر مقفیٰ فقروں میں توڑنا، الفاظ اور جملوں میں اطناب، بات میں بات نکالتے چلا جانا، پڑھنے والوں کی اکتاہٹ دور کرنے کے لئے سنجیدہ اور ٹھوس مضامین میں ہنسی مذاق کی آمیزش، مضمون کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنا اور مطلب کو کھول کر بیان کرنا، عقل و منطق سے استدلال اور اثنائے عبارت میں دعائیہ جملے لانا ہیں۔ اس طبقہ میں قتیبہ، مبرد اور صولی ہیں۔

(ترجمہ عبدالرحمن سورتی صفحہ ۲۳۶)

انہوں نے چوتھے طبقے کا سردار قاضی فاضل کو کہا ہے اور جاحظ کی انشا پردازی سے متاخرین کی اثر پذیری قاضی فاضل کے مذکورہ قول سے واضح ہو چکی ہے۔

جاحظ نے جادۂ انشا پردازی میں جدیدیت کے ساتھ ساتھ ادبی علویت کی ایسی شمع فروزاں کی جس کی ضیا پاشی سے ذرے آفتاب بنتے گئے اور خواص نے انشا پردازی کی کسوٹی جاحظ کی انشا پردازی کو قرار دیا۔

فیقال فی الاسالیب العربیۃ اذا کانت قد بلغت اعلیٰ طبقات البلاغۃ واسمی منازل البیان وکانت واضحۃ المعانی سھلۃ الالفاظ نقیۃ الکلمات «ھذہ عبارۃ جاحظیۃ» ویقال فی الرسالۃ جمعت حوالکلام الی التبسط فی المعانی وکانت کثیرۃ الافتنان متعددۃ فیھا الموضوعات بعضھا بذ واثب بعض، ینتقل فیھا القاری من فن الی فن ومن لون الی لون، ومن معنیٰ مطول الی معنیٰ مبتکر «ھذا ادب جاحظی»۔ (حسن سندوبی البیان والتبیین صفحہ ۱۲)

آگے چل کر حسن سندوبی لکھتا ہے =

"وما من كاتب منذ عهد الجاحظ الى الآن الا وللجاحظ فى عنقه منة محدودة اويد مبسوطة اونعمة سابغة"

استاذ حسن زیات نے جاحظ کے اختراع وایجاد کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"جاحظ انشا پردازی کو پرانے طریقے سے نکال کر اسے ایک نئے طرز اور جدید موضوع کی طرف لایا۔ اس نے خطا نویسوں، مضمون نگاروں اور مصنفوں کے لئے انشاپردازی میں ایک نیا راستہ کھولا ہے۔ (ترجمہ عبدالرحمن سورتی صفحہ ۳۶۲)

اس طرح درج بالا مورخین وناقدین کے اقوال سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جاحظ انشا پردازی میں ایک موجد کی حیثیت رکھتا ہے اور اب تک عرب انشاپرداز کسی نہ کسی طرح اس کی اتباع پر مجبور رہیں۔

جاحظ کی تصانیف

جاحظ کی تصانیف دو سو سے زائد ہیں۔ اور استاذ ابن العمید کا کہنا ہے "کتب الجاحظ تعلم العقل اولا والادب ثانیا"۔

مگر اس کی تصانیف میں سے صرف درج ذیل چار کتابیں مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

کتاب البیان والتبیین، کتاب الحیوان، کتاب المحاسن والاضداد اور کتاب البخلاء۔